سلسلۂ اشاعتِ قرآن حیدرآباد دکن

سال ماہ صفر المظفر ۱۳۵۰ ہجری

عدد (۳) نمبر

قرآن اور فلسفۂ اجتماع

عورت

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ

سالانہ دس روپیے۔ ماہوار پورے سٹ کی قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور فلسفۂ اجتماع

آج یورپ کو اپنے علوم و فنون پر جس قدر ناز ہے اس سے زیادہ سحر خوردہ مسلمان ان کے ناز پر فخر کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اپنے زعم باطل میں اس قسم کی کوئی چیز "اسلام" کے اندر نہیں پاتے، ستم ظریفی اور بوالعجبی یہ ہے کہ یہ لوگ "علوم اسلامیہ" سے معمولی واقفیت بھی نہیں رکھتے۔ اور اپنے "عدم علم" کو "دلیل" بناتے ہیں۔

ہم نے یورپ کے فلسفہ اور منطق پر غور کیا ہے، مشہور مصنفوں کی کتابیں دیکھی ہیں۔ بغیر خوف و تردید کہتے ہیں۔ جہاں ان کے فلسفہ کی انتہا ہوئی ہے وہ ہمارے ہاں ابتدا ہے۔

ان کے فلسفہ کی بنیاد اکثر مغالطات سے ہے، منطق کا حال یہ ہے کہ "عقیم" اشکال سے نتائج نکالتے ہیں، اب تک تصور اور تصدیق کی کمل تعریف نہیں کر سکے۔ موضوع علم منطق اب تک طے نہیں کر سکے ہیں۔ اشکال منتج و غیر منتج ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں، جنس، فصل، نوع کے الجھنوں سے ابھی تک ان کو سکون نہیں ہوا ہے فلسفہ میں الہیات کا وجود جس قدر ان کے یہاں ہے اس کا کوئی وزن نہیں، منطقیات فلسفہ علیحدہ کوئی شے نہیں۔ "امور عامہ" کے اکثر مسائل یا تو یہ سمجھے نہیں، یا دوسروں کو سمجھا نہیں سکے۔

ان کے یہاں جو کچھ ہے طبیعیات کا ایک جزو ہے۔ اسی کی معرکہ آرائیاں ان کو

دوسری طرف توجہ کرنے نہیں دیتیں۔

ہم نے اِس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے ان شاء اللہ کسی موقع پر نذرِ ناظرین ہوگی۔
اِس وقت ہم کو "فلسفۂ اجتماع و عمران" پر قرآن کے نقطۂ خیال سے روشنی ڈالنا ہے اور دکھانا ہے کہ "مسلمان" اگر غور سے اپنی کتاب کا مطالعہ کریں تو ان کو اپنا آستانہ چھوڑ کر دوسروں کے دروازے پر جانے کی ضرورت نہیں۔

ہم نے "فلسفۂ اجتماع" پر انگریزی میں کتابیں دیکھی ہیں۔ ان کے تشریح کی ضرورت نہیں۔ روزانہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اِن مسائل سے سرسری طور پر گذر جاتے ہیں جو آجکل "یورپ کا "سرمایۂ علم" اور متاعِ فخر و ناز" بن رہا ہے۔

کاش "مسلمان" یہ سمجھتے کہ آج یورپ جو زر و جواہر نثار کر رہا ہے وہ انہیں کے معدنِ فضل و کمال کا ایک جزو ہے۔

موضوعِ بحث

انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے، تمدن کے لئے اجتماع اور تعاون ضروری ہے۔ اِس اجتماع اور تعاون کو "نقطۂ امن" پر قائم رکھنے کے لئے کسی قانون یا نظامِ حکومت کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح انسان کی فطرت تمدن ہے اسی طرح خود تمدن اور اجتماع کی فطرت اختلاف اور نزاع ہے، یہ ظاہر ہے کہ دونوں باہم متضاد ہیں اِس اجتماع کو "منتظم" کرنا ضروری ہے تاکہ تمدن کا حصول درست اور مستحکم ہو۔

"اسلام" نے اِس کو "عقائد" میں "توحید" سے عبادات میں "نماز با جماعت" سے "سیاسیات" میں حاکم اور محکوم کے درمیان رشتۂ اتحاد سے بیان کیا ہے۔

"معاشرت" میں کھانے پینے کے آداب، "معاملات" میں "توازن" کے قیام سے انسان کے تمدن کو مستحکم بنایا ہے۔

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ "تمدن" انہیں مذکورہ بالا پانچ اشیاء سے مکمل اور مرتب ہوتا ہے۔

"ابوسفیان" نے اسلام لانے کے پہلے جب مسلمانوں کو "ایک امام" کے پیچھے نماز باجماعت ادا کرتے دیکھا تو کہنے لگے کہ "قسم ہے خدا کی یہ لوگ کچھ کر کے رہیں گے"۔

"ابوسفیان" ماہر سیاسیات اور سردار قبیلہ تھے وہ سمجھتے تھے کہ اس جماعت اور اتباع امام کا دنیاوی امور میں کامیابی کا کیا درجہ ہے؟

"اسلام" کی فطرت "نظام اجتماع" ہے، وہ اپنے متبعین سے کہتا ہے کہ "تمہاری بقا نظام اجتماع" ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (مسلمانو) خدا کی رسی تم سب لوگ ملکر مضبوط پکڑ لو اور (دیکھو) اس اتحاد میں تفرقہ نہ ڈالنا (قرآن)

اس آیت کا پہلا ٹکڑا "امر ہے" یعنی تاکید کیجاتی ہے کہ ایسا ضرور کرو" پھر دوسرے ٹکڑے میں "نہی" سے مستحکم کیا ہے۔ کہ "خبردار! اس کے خلاف نہ کرنا" کوئی ضروری امر ذہن نشین کرنے کے لئے پہلے حکم سے شروع کیا جاتا ہے پھر اس کے خلاف عمل سے ممانعت کیجاتی ہے۔

یہی چیز مسلمانوں کے تمام امور میں مشترک اور موکد ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

امت

قرآن حکیم نے جابجا امت کو ملت گروہ فرقہ، جماعت، قوم کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

اسی "نظام اجتماع" کی وجہ سے مسلمانوں کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (اب تک جتنی امتیں اور قومیں دنیا میں پیدا ہوئیں تم سب سے بہتر ہو) فرمایا ہے

اِس کا اقرار دوستوں کے علاوہ دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ دشمنوں نے وہ تمام اُصول
ل ”خیرات“ کے لیکر اس پر عمل شروع کر دیا۔ جس نے اِن کو معراجِ ترقی پر پہنچا دیا۔ اس سے بھی
زیادہ اِس اصول کے بہتر ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ فبایّ حدیث بعدہٗ یؤمنون
امت کے معنی جہاں ملت کے ہیں اس سے عقائد اور اصولِ شریعت مُراد ہے۔
جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) ان ھٰذہٖ امّتکم امّۃ واحدۃ وانا ربّکم فاعبدون۔ — یہ تمھاری ملت، ملتِ واحد ہے اور میں تمھارا پروردگار ہوں تو میری پرستش کرو (سورۂ انبیا)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

(۲) وان ھٰذہٖ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون۔ — یہ تمھاری ملت، ملتِ واحد ہے اور میں تمھارا پروردگار ہوں تو مجھی سے ڈرو۔

اِس آیت میں پہلے فرمایا گیا ہے کہ

(۳) یاایّھا الرّسل کلوا من الطّیبات واعملوا صالحاً انّی بما تعملون علیم۔ — اے گروہِ رسولان! پاک چیزیں کھاؤ اور صالح عمل کرو جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں آگاہ ہوں۔ (مومنین)

اِن دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیا و رسل اُصولی طور پر ایک ہی ملت
اور ایک ہی مرکز پر ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس جگہ ”امت“ جماعت کے معنی میں ہے۔
دوسری آیت میں ”اُمت“ جماعت کے معنی میں اِس طرح ہے:۔

(۴) وممّن خلقنا امّۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ٥

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

(۵) ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

تم سے ایک جماعت ایسی ہونا چاہیئے جو خیر کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے، بُری بات سے روکے۔

اس آیت میں "رابطہ اجتماع" کا فلسفہ بتایا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ "مسلمانوں میں جو جماعت اس قسم کی ہو وہ اس طرح باہم مرتبط ہو کہ اس پر "شخص واحد" کا اطلاق ہو۔ پھر ان لوگوں کو ان سے مربوط کرنا چاہا ہے جو مامور اور محکوم ہوں۔ اس طرح اصول اجتماع درست ہوتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ٹھہرا کہ حاکم اور آمر ہونے کی حیثیت سے بھی اتحاد عمل ضروری ہے اور مامور و محکوم ہونے کی حالت میں اتفاق مقصود، پھر اسی اتحاد اور اتفاق میں باہم رابطۂ اشتراک ہو، اجتماع کے لئے بہترین اصول زبردست فلسفہ ہے۔

امت کے معنی امام کے بھی ہیں۔ مثلاً

ان ابراھیم کان امۃ قانتاً للّٰہ — ابراہیم قانت للّٰہ امام تھے۔

جب امت کی تجدید ہو چکی تو یہ بتانا ضرور تھا کہ "اجتماع" کیونکر قائم رہ سکتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو، (جو تمھاری جماعت کا ایک فرد ہو)

اس آیت مبارک کی تفسیر اور تفصیل سمجھنے کے لئے کسی قدر "تشریح" کی ضرورت

انسانی معاشرت اور امن و صلح قائم رکھنے کے لئے کسی نظام کی ضرورت ہوتی ہے کوئی حاکم ہوتا ہے کوئی محکوم، یہ اگر نہ ہو تو "فطرت اجتماع" معاشرت اور عمران کو تباہ کر دے۔

یہ جب تسلیم ہو چکا تو "حاکم" اور "محکوم" کا وجود ضرور ٹھہرا۔ "حاکم" کے مقابلہ میں کیا کرنا چاہئے؟ اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ اور اس اصول میں خاص اور عام مرد اور عورت بغیر استثنا سب کو شریک ہونا چاہئے۔

جب یہ صورت قائم ہو گئی تو "اتحاد عمل" ہو گیا۔ "اتحادِ عمل" کا دوسرا نام "اجتماع" ہے۔ یہی چیز مدعائے انسانیت ہے یا حیوانیت کے مقابلہ میں بمنزلہ فصل ہے۔ اسی آیت میں "حاکم" کے درجے بتائے ہیں۔

سب سے پہلے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ خدا کا حکم سب کے لئے مطاع ہے، چاہے وہ نبی ہو یا امت، پھر رسول کے احکام کی پابندی ہر بادشاہ، رئیس حاکم کے مقابلہ میں اولیٰ ہے۔ اگر حاکم خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف حکم نہیں دیتا تو اس کی اطاعت خدا اور رسول کے حکم کے مطابق تمام مسلمانوں پر فرض ہے، ان تمام صورتوں میں "اجتماع" اور "عمران" کارفرما ہے۔

دوسرا ٹکڑا یہ ہے:-

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول۔ — اور اگر کسی چیز میں تم تنازع کرو تو اس کو خدا اور رسول کے سپرد کر دو۔

اس میں بھی یہ نکتہ مرکوز ہے کہ "اجتماع" اور "عمران" میں فرق نہ آنے پائے یعنی کوئی امر ایسا ہو کہ حاکم اور محکوم کے درمیان طے نہ ہو، یا آپس میں ایسا کوئی معرکہ اور مسئلہ آن پڑے کہ "کوئی حکومت" اس کو طے نہ کر سکے تو اس "اجتماع اور "اتحاد" کو

پیشِ نظر رکھتے ہوئے کتاب اللہ کتاب الرسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اگر وہ کتاب اللہ کتاب الرسول کے مطابق ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیے اگر مخالف ہے تو ترک کر دینا لازم ہے۔ اس حالت میں بھی وہی "اجتماع" قائم رہا۔

ان تمام اطاعت کے علاوہ اور قسمیں بھی ہیں۔ مثلاً بیٹے کی اطاعت اپنے باپ کی، عورت کی اطاعت اپنے شوہر کی۔ پھر عام خردوں کی اطاعت بزرگوں کی بھی یہ سب بھی امور ہیں لیکن خدا اور رسول کی اطاعت کی تحت میں، بس ہر جزو اور کل میں اور اس کی تمام شکلوں میں "اجتماع" کی جلوہ گریاں ہیں۔

اس آیت کو اصولی طور پر مفسرین اور فقہا نے سامنے رکھ کر اطاعت کی یہ صورتیں قائم کیں

(۱) اصلِ اول۔ عمل بالقرآن کا نام طاعتِ خدا ہے۔

(۲) " دوم۔ عمل بالحدیث کا نام طاعتِ رسول ہے۔

(۳) " سوم۔ امراء و سلاطین آمرین بالحق کی فرماں برداری۔ اطاعت اولی الامر ہے

(۴) مسائل متنازعہ کو کتاب اللہ و کتاب الرسول سے طے کرنا "فردوہ الی اللہ والرسول" ہے۔

یہ تمام فروع "ایک اصل" اطاعتِ خدا کے نتائج ہیں۔

اس ترتیب کو دیکھیے اور تحفظ و اجتماع و عمران کا فلسفہ ملاحظہ فرمائیے۔ کیا دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال پیش کر سکتی ہے؟ یا دنیا کی کوئی قوم بتا سکتی ہے کہ اس کے علاوہ بھی اطاعت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور وہ عمران اور اجتماع کی حفاظت کر سکتی ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ دنیا کی کوئی قوم اگر ان اصول کی پابند ہے تو اس کو آسمان کے ہزاروں چکر، زمین کی لاکھوں گردشیں، کبھی متزلزل نہیں کر سکتیں۔

مسلمان خیر امت کیوں ہیں

مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ کنتم خیر امۃ اس کی وجہ کیا ہے؟

دنیا کی کوئی قوم ہو، کوئی سلطنت ہو، کوئی ملک ہو اس کی فضیلت اور استحکام اس کے قوانین کے مطابق اور اس کی پابندی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ "یورپ" کی قومیں "معراج ترقی" پر ہیں، جرمنی، فرانس، انگلستان اور امریکہ دنیا کی اعلیٰ طاقتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے قوانین ان کی اجتماع کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ یہ صورت جہاں کہیں زیادہ مستحکم ہے وہ قوم اور سلطنت مستحکم ہے۔

اگرچہ ان قوموں کے قوانین اصولی طور پر دوسری قوموں بالخصوص مسلمانوں کے قوانین سے تمام تر ماخوذ ہیں۔

ان قوانین میں یہ نقص موجود ہے کہ ان کی پابندی صرف جسم کرتا ہے لیکن "روح" ان سے آزاد ہے۔

اس دعوے کی دلیل ان کے مقبوضات میں موجود ہے کوئی مقبوضہ ملک یا حصۂ ملک ان کے سامنے سر تسلیم چاہے خم کرے لیکن "دل" اور "روح" ہمیشہ جدا رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مستبدین یورپ باوجود وحشت ملک گیری چین کی نیند کبھی نہیں سوتے۔ بلکہ وسعت جہانگیری اس مناسبت سے ان کی مصیبت کا سبب بن رہی ہے۔

یورپ کی جنگ عظیم" روس کے انقلاب" دوسرے تمام مقبوضات کی سعی آزادی ان قوانین کی ناکامی کے معمولی کرشمے ہیں۔

تو اب آؤ ہم تمکو "خیر امت" کا مکمل قانون دکھائیں جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے الیوم
اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔

"اسلام" نے "جسم" سے پہلے "روح" کو اپنے قانون سے پابند کرنا چاہا ہے اسلئے کہ "روح" حاکم ہے اور "جسم" "محکوم" حاکم پر جب قبضہ ہوجاتا ہے تو "محکوم" خود بخود تابع فرمان بن جاتا ہے۔ ہم نے پہلے بتایا ہے کہ "اجتماع" اور "عمران" کی تکمیل مذہب اور معاشرت سے ہوتی ہے، مذہب میں عقائد اور عبادات دونوں شامل ہیں، عقائد "روح" کے احکام ہیں اور عبادات "جسم" کے "معاشرت" کا قانون ان دونوں کے تابع ہے۔

عقائد اور اجتماع

عقائد کے اعتبار سے "مسلمان" کا وجود اقرار و یقین توحید سے بنتا ہے یعنی دل سے یقین کرے کہ "خدا ایک ہے" اور زبان سے کہے بھی لا الہ الا اللہ یقین کے متعلق "روح" سے اور دوسرے کا جسم سے ہے، ان دونوں کو باہم اس قدر مربوط کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف زبان سے اقرار کرے لیکن اس کا دل اس کیف سے خالی ہو تو صادق مسلمان نہیں، اسی طرح اگر "دل" میں اس کے یہ "درد" موجود ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا تو مسلمان نہیں کہا جائے گا۔

قرآن حکیم میں اس موضوع پر سیکڑوں آیتوں سے زیادہ ہیں، مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے

وَ الٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ تمھارا خدا، خدائے واحد ہے۔ اس کے سوا کوئی
الا ھو الرحمٰن الرحیم خدا نہیں وہ خدا رحمٰن و رحیم ہے (سورہ بقرہ)

پھر اس دعوے کو مبرہن کیا ہے۔

(۲) لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا۔ اگر آسمان و زمین میں ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا بھی ہوتا تو نظام ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

آؤ کہ ہم تمہیں اس "توحید" کا راز بتا دیں، اس "توحید" کا منشا یہ ہے کہ تمام دنیا میں ایک نقطۂ مشترک رہے، یہ نقطۂ مشترک اجتماع اور عمران کا اصل اصول ہے، قرآن نے اسی کے قیام پر زور دیا ہے، یہ جو فرمایا ہے کہ "نظام درہم برہم ہو جاتا" اس کی صورت بھی یہ ہے کہ "ترک توحید" سے یا وجود توحید کے انکار سے "اجتماع" قائم نہیں رہ جاتا، انسان کا اصلی مقصد عمران و تمدن، تعاون و تعاضد فوت ہو جاتا۔

قومیں ہمیشہ تعاون و تعاضد سے قائم اور مستحکم رہتی ہیں، انتشار اور تشتت سے تباہ اور برباد ہوتی ہیں۔

دنیا کا کوئی ملک، کوئی قوم، کوئی جماعت، کوئی خاندان، کوئی اکثریت، کوئی اقلیت اس اصول سے علیحدہ نہیں اگر علیحدہ ہے تو اس کی ہستی قائم نہیں، اس پر دلیل کی حاجت نہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو ہر جگہ اسی کا جلوہ ہے۔

عبادات اور اجتماع

(نماز)

یقین اور ایمان توحید، روحانی اصلاح، اور استحکام کے بعد عمل اور عبادات کا درجہ ہے قرآن حکیم اس کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

واركعوا مع الراكعين ۝ رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کرو۔

اس جگہ "نماز باجماعت" کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز باجماعت اجتماع اور عمران کی د[illegible]

نماز باجماعت کی "تاکید" اس حد تک ہے کہ اس کے تارک پر حد جاری ہوتی ہے۔

روزانہ پانچ وقت، ہفتہ میں ایک دن (جمعہ کے روز) سال میں دو بار عیدین کی نماز، عمر بھر میں ایک بار ادائے حج عمران اور اجتماع کی تدریجی شکلیں ہیں۔

حج

"ادائے حج" میں تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت میں، ایک جگہ، ایک نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں، اس میں تجدید مواخاۃ ہوتی ہے، تمام دنیائے اسلام کے حالات ایک دیگر ایک دوسرے کو معلوم ہو جاتے ہیں، آج یورپ کا تمدن تار برقی، ٹیلیفون، آلہ مکبر الصوت کی ایجاد سے اپنے زعم میں بہت آگے بڑھ گیا ہے، لیکن کیا قلوب کو اس طرح متاثر کرنے کی مثال بھی اس کے یہاں ہے۔

تار برقی اور ٹیلیفون "موئد اجتماع" نہیں بلکہ مقصود تجارت ہیں۔

زکوۃ

یہ حکیمانہ عمل عبادت بھی ہے اور معاشرت بھی، اسی طرح اور تمام عبادات اسلامیہ ہیں۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، امیر اور غریب و محتاج امرا ہمیشہ غربا کے مبغوض ہوتے ہیں۔ "اسلام" نے اس کو اس طرح متاثر حکمت اجتماع "کی تکمیل کی ہے کہ امرا اپنے اندوختہ میں سے ایک حصہ معین رقم غربا کو دیں۔ اس طرح دولت کی تقسیم سے توازن قائم رہتا ہے، اور قوم مسلم "قومی حیثیت" سے فارغ البال رہتی ہے دوسرے یہ کہ "امرا" کی اقلیت کو غربا اکثریت اور اس کی عداوت سے محفوظ کر دیا ہے۔

"اقتصادیات" کے اعتبار سے دیکھو کہ کسی سرمایہ کا بہاؤ سرمایہ پر کیا اثر ڈالتا ہے اور ملک کو کہاں تک سرسبز کر دیتا ہے۔

اور قوموں اور مذاہب میں خیرات کا جو اصول ہے وہ اقتصادیات کے جانچ میں پورا نہیں اُترتا، یہی وجہ ہے کہ اس کی پابندی نہیں کیجاتی۔ اگر پابندی کی بھی جائے تو پورا توازن قائم نہیں رہتا۔ ہم نے اس پر تفصیلی بحث "فلسفہ سیاسیات اسلام" میں کی ہے۔ یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اسی "تقسیم دولت" کو پیش نظر رکھ کر روس نے علم آزاری بلند کیا ہے لیکن اس میں اعتدال اور توازن نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اسکیم استحصال بالجبر سے زیادہ نہیں، ہم اسکو "فیلکٹس اور فینگریس" سے ثابت کرنے کے لئے طیار ہیں لیکن اس کا یہ موقع نہیں۔

اس زکواۃ اور خیرات کے لئے اصول بھی بنادیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحقین زکواۃ کون لوگ ہیں؟ فرمایا ہے۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کہدو کہ جو کچھ تم خیرات میں صرف کرو اس میں (پہلے) والدین (پھر) عزیز و اقارب (اس کے بعد) یتیموں (پھر) عام مسکینوں (اس کے بعد) مسافروں کا حق ہے۔ (البقرہ)

اس ترتیب مدارج کی حکمت پر غور کرو۔ جو کچھ اندوختہ ہوتا ہے وہ قانوناً اور عقلاً ماں باپ پھر اقربا کا حق ہوتا ہے۔ اسلام نے اس کو سب سے پہلے پیش نظر رکھ کر حق رسی کی ہے۔ جب اس سے بھی زیادہ ہو یا ان کے علاوہ دینا ہو تو "یتیم" سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ ان کے وارث تمام مسلمان ہو جاتے ہیں، اس کے بعد دینا ہو تو عام محتاج اور مسکین ہیں۔ اپنے شہر اور اہل ملک کے بعد اگر کوئی محتاج آجائے تو اس کی

دستگیری ملک اور شہر والوں کے لئے ضروری ہے۔

اس "اصول" نے "اجتماع" کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے؛ خدا را بتاؤ کہ اسکی مثال یورپ کے تمدن میں کہیں ملتی ہے؟

معاشرت اور اجتماع

(عدل)

معاشرت میں سب سے زیادہ موید" اجتماع" عدل ہوتا ہے حاکم و محکوم میں، قوم کے افراد میں عدل ہی مشترک ہوتا ہے یا یہ کہ قوم کا محور "عدل" ہوتا ہے، جس قوم میں، جس فرد واحد میں یہ صفت جس قدر زیادہ ہوتی ہے وہ قوم اور فرد اسی قدر محبوب اور کامیاب سمجھی جاتی ہے "عدل" جادو ہوتا ہے جو اپنے کرشمۂ دلنشیں سے قلوب کو مسحور کر لیتا ہے یہاں تک کہ "مذہب" کے مقابلہ میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے "عدل" سے بڑے بڑے اقلیم فتح کر لئے، بیت المقدس کو مسلمانوں کی شہرتِ عدل نے مسخر کیا۔ تاریخوں کے اوراق دیکھو، مسلمانوں کی تاریخیں نہیں دشمنانِ اسلام کی کتب تاریخ دیکھو، "کارلائل" سے پوچھو ہندو مورخوں سے دریافت کرو، یورپ کے مستشرقین سے معلوم کرو۔ "اسلام" کی اس صفت خاص کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

امرا اور حکام سے تاکید ہے کہ

(۱) اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ — لوگوں کے حکم بنو یا ان کو حکم دو یا ان پر حکومت کرو تو "عدل" سے

اس کو اور زیادہ موکد کیا ہے۔

(۲) واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ — اگر کچھ کہو تو اس میں بھی "عدل" ملحوظ رکھو، اگرچہ اعزا واقارب کے مقابلہ میں کیوں نہ ہو؟

پھر فرمایا ہے۔

(۳) انّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان — اللہ تعالیٰ "عدل" اور نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے۔
اس میں تعمیم ہے، جو مسلمانوں کے ذمہ یہ فرض کر دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

(۴) فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا انّ اللّٰہ یحبّ المقسطین۔ — لوگوں کی اصلاح "عدل" اور انصاف سے کرو (کیونکہ) خدا "عدل" کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پھر فرمایا ہے۔

(۵) اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ — عدل سے کام لو کہ یہ خدا ترسی سے قریب تر ہے۔

"اسلام" اور "قرآن" نے اس کو یہاں تک اہم سمجھا ہے کہ دو بیویوں یا زیادہ کے درمیان "عدل" رکھنے کی تاکید کی ہے، پھر اس کو یہاں تک عظیم الشان اور ضروری قرار دیا ہے کہ شوہروں کو حکم دیا ہے کہ "اگر تم ان کے درمیان میں "عدل" قائم نہ رکھ سکو تو بہتر یہی ہے کہ ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔"

قرآن میں یہ الفاظ ہیں:۔

فان خفتم الّا تعدلوا فواحدۃ

کئی جگہ اعلیٰ بلاغتِ بیان سے کام لیکر "عدل" کو "امانت" قرار دیا ہے، منشا یہ ہے کہ "عدل" تمہاری چیز نہیں ہے، یا تمہارے پاس امانت رکھی ہوئی، امانت کو ادا کرنا چاہئے یعنی "عدل" سے کام لینا فرض ہے۔ فرمایا گیا ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا۔ اللہ تعالیٰ تم کو (اے مسلمانو!) حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں لوگوں کے سپرد کرو۔ یا ادا کرو۔

بعض مفسرین "امانات" سے مراد "عدل" لیتے ہیں۔

یہ عدل یہاں تک پیش نظر رکھا گیا ہے کہ معرکہ جنگ میں، عرصۂ خونریزی میں جب کہ بڑی بڑی متمدن اور متدین قومیں صرف اپنا رعب اور وقار قائم کرنے کے لئے قتل عام کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں، اسیر اور قیدیوں کی بڑی بڑی تعداد اسی وقار کی دیوی کی بھینٹ چڑھادی جاتی ہیں اور پھر اس میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے کو بھی استثنا نہیں رہتا۔ قرآن کا ..

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ جو لوگ تم سے مقابلہ کرتے ہیں ان سے خدا کی راہ میں مقابلہ کرو لیکن (خبردار) زیادتی نہ کرنا اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا

ان آیتوں میں چند باتیں ہیں۔

(۱) مقابلہ (مدافعت کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) خدا کی راہ کی قید لگائی ہے یعنی دین کے لئے مقابلہ ہو۔

(۳) زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ نے ایک دشمن کو پچھاڑا کہ قتل کر دیں اس نے ان کے منھ پر تھوک دیا حضرت اس کے سینے سے یہ کہکر اٹھ گئے کہ "اب اگر اس کو قتل کردں گا تو میری ذاتی خصومت اور انتقام کا جذبہ شامل ہو جائے گا۔

اس "عدل" کا نتیجہ یہ تھا کہ "مسلمانوں" کا "اجماع" قوی اور ان کا عمران محبوب تھا دشمنوں نے ان کے سامنے سر اطاعت خم کیا۔ یہاں تک کہ اکثر نازک مواقع پر ان کے دست و بازو ..

دنیا سے ببانگ دہل کہدو کہ "اجتماع" اور "عمران" کے استحکام کی مثال اس سے بہتر یا اس کے برابر پیش کرے۔۔۔

"عدل" کا دوسرا نام "مساوات" بھی ہے، "مساوات" کے جو اعمال اسلام کے اندر ملتے ہیں وہ بےمثال ہیں، حضرت فاروق اعظم کی سیرت دیکھو، صدیق اکبر کے سوانح پیش نظر کرلو۔ اسد اللہ الغالب کے خصائل پر نظر کرو۔ عمر بن عبدالعزیز کے واقعات پڑھو تم کو معلوم ہوجائیگا۔ "اجتماع" اور "عمران"، تمدن اور معاشرت کے لئے عدل اور مساوات آہنی قلعے ہیں اس کے تحت میں قومیں زندہ رہتی ہیں۔ پھولتی ہیں پھلتی ہیں اور ان کے پاس خزاں کا جھونکا کبھی نہیں آتا۔

اسی طرح رافت و رحمت، عفو و درگزر، احسان و بر، حسن معاملہ، خوش خلقی، جود و سخا کی تاکید قرآن میں کثرت سے موجود ہے۔ یہ چیزیں "اجتماع" اور "عمران" کے خدم و حشم ہیں۔

ان کے علاوہ معاملات و انتظامات ملکی، سیاسیات کے مسائل پر سیکڑوں آیتیں ہیں۔ جن سے مسلمانوں کے "اجتماع" کو مستحکم اور استوار کیا گیا ہے۔

ان چیزوں اور خصوصیات کو دیکھو اور دنیا کی تمام قوموں اور ان قوموں کے قوانین میں تلاش کرو ان کی مثال مل سکتی ہے؟

اسی بنیاد، انہیں عطایا، انہیں انعام، انہیں امتیازات کی وجہ سے مسلمانوں کو "خیر امت" کہا گیا ہے

پہلے کہا گیا ہے کہ "قوم" اپنے قومی خصوصیات اور قوانین کی وجہ سے معزز اور مکرم ہوتی ہے ان کے استحکام کا مدار "اجتماع" کی قوت پر ہے رکیا دنیا نے اب تک

"قرآن" نے ایسا مکمل قانون پیش کیا ہے۔

اس کے متعلق تحدید اور تخصیص کھلے ہوئے دعووں میں کہدیا گیا ہے۔

لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ
ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون
بمثلہٖ ولو کان بعضھم لبعضٍ
ظھیراً ۱ ہ

اگر جن و انس یکجا ہو کر کوشش کریں کہ اس
(قانون ربانی) خدا کے کلام قرآن سا مثل
بنا لائیں تو نہیں بنا سکتے اگرچہ ایک
دوسرے کی مدد بھی کریں۔

(بنی اسرائیل)

یہ دعویٰ تیرہ سو برس سے دلیل بنا ہوا ہے، پس اس مکمل قانون کی وجہ سے "قرآن" کیا ہے "اجتماع" اور "عمران" کے لئے لا تحویل تبیینِ قطعی ہے۔

آؤ ہم تم کو قرآن حکیم سے استحکام اجتماع کے مزید اسرار بتائیں، تم آنکو دنیا کے قوانین اجتماع تمدنی سے موازنہ کر کے دیکھ لو۔ یونان قدیم کا قانون مٹ گیا، رومی اپنے قوانین کے ساتھ فنا ہو گئے، ایرانی قوانین کا نام لینے والا کوئی نہیں، یورپ بزعم خود ابھی باقی ہی نہیں بلکہ مستقل اور مستحکم ہے، لیکن اس کے "قوانین" رات دن کی معمولی گردش کے ساتھ بدل جاتے ہیں، انسانی ترقی کا ہر قدم اور اس قدم کی ہر لغزش "قانون" کے دفعات میں اضافہ کرتی ہے، اس اضافے پر دلیل یہ ہے کہ "قانون" ضروریاتِ انسان کے تابع ہے، اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم کو دیکھو کہ اس کا ایک حرف، ایک نقطہ، ایک لفظ اب تک نہ بدلا ہے، پھر انسان کی فطرت پر تیرہ سو سال سے اب تک منطبق ہونے میں کبھی ناکام رہا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ کیونکہ "کمال" کے بعد کوئی درجہ نہیں ہوتا۔

انسان جب تک انسان ہے، اور انسان کی فطرت جب تک مکلف اور انسانی

صفات سے آراستہ ہے۔ خدا کے اِس قانون کا ایک ایک حرف جاری رہے گا۔ دنیا کے قوانین بدلتے رہیں گے، قومیں مٹتی اور اُبھرتی رہیں گی۔ لیکن یہ آفتابِ آسمانِ ہدایت پر اسی طرح چمکتا رہے گا۔

اجتماع اور شجاعت

"اجتماع" اور قومیت کا استحکام "شجاعت" سے بھی ہوتا ہے، شجاعت کیلئے اسکو ذیل کے واقعہ سے قرآن نے بتایا ہے۔

الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللہ قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا قالوا وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا فلما کتب علیھم القتال تولوا الا قلیلاً منھم ۰

اے پیغمبر کیا تم نے قوم بنی اسرائیل کے سرداروں کا حال موسیٰ کے بعد دیکھا نہیں؟ کہ انھوں نے پیغمبر وقت سے کہا کہ ہم میں کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اس کے سہارے سے جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو جہاد نہ کروگے، بولے یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم اپنے گھروں، اور خاندان سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ جب اِن پر جہاد فرض کیا گیا تو چند افراد کے سوا سب اپنے قول سے پھر گئے۔

اِن کو "جہاد" کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ اِن میں بقائے قومیت کی صلاحیت اور عزت پیدا ہو جائے، کیونکہ غلامی نے ان کو بزدل بنا دیا تھا۔ بزدلی اجتماع کی منافی ہے "یورپ" کے مدبرین جنگ کو تعلی کے لئے ضروری کہتے ہیں۔ جرمنوں کا قول ہے کہ جنگ

قوم کے لئے سہل ہے۔ یہ تمام اقوال قرآن سے ماخوذ ہیں۔ اس سے پہلے "جنگ" صرف اظہار بربریت تھی۔

پس معلوم ہوا کہ "شجاعت" مؤید عمران ہے۔

جاپان کی جانبازی، آئرلینڈ کی قربانی، چین کی جنبش، طرابلس کی وطن پرستی اسی قانون کے جلوے ہیں۔

اجتماع اور اخلاق

کس قسم کے "اخلاق" ہیں جن سے "اجتماع" اور "عمران" مستحکم ہوتے ہیں، ان کو قرآن حکیم نے ان آیات میں یکجا بیان فرما دیا ہے۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل	اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لے لیا تھا
لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین	کہ وہ سوا خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں گے اور
احسانا وذی القربی والیتامی	اپنے والدین، قرابت داروں، یتیموں مسکینوں
والمسکین وقولوا للناس حسنا واقیموا	کے ساتھ نیکی کریں، اور لوگوں کے ساتھ
الصلوۃ واتوا الزکوۃ ثم تولیتم الا	نرمی سے بات کریں، نمازیں پڑھیں، زکواۃ
قلیلا منکم وانتم معرضون ○	دیں، پھر چند افراد کے سوا سب اپنے قول
واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون	سے پھر گئے۔ تم پھرنے والے لوگ
دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم	ہو۔ ہم نے انہیں بنی اسرائیل سے
ثم اقررتم وانتم تشہدون	یہ بھی عہد لے لیا تھا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا
ثم انتم ہؤلاء تقتلون انفسکم	اور نہ اپنے لوگوں کو جلاوطن کرنا، اس کا اقرار

وتخرجون فريقا منكم من ديارهم تظاهرون عليهم بالاثم والعدوان وان ياتوكم اسارى تفادوهم وهو محرم عليكم اخراجهم افتؤمنون ببعض الكتب وتكفرون ببعض فما جزاء من يفعل ذالك منكم الا خزي في الحيوة الدنيا ويوم القيامة يردون الى اشد العذاب ○

تمھارے بزرگوں نے کیا، تم اس کی شہادت بھی دیتے ہو، پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ آپس میں مقاتلہ کرتے ہو۔ ایک دوسرے کے ناحق پیروکار بن ان کو جلاوطن کرتے ہو۔ اگر وہ قید ہو کر تمھارے پاس آتے ہیں تو تم ان سے فدیہ طلب کرتے ہو، حالانکہ ان کا نکالنا ہی سرے سے حرام تھا، کیا تم اپنی کتاب کے بعض حصے کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ ان افعال کی جزا کیا ہے؟ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن دوزخ کے سخت عذاب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ان آیات میں پہلے بتایا گیا ہے کہ "قیام اجتماع" کے لئے حسب ذیل امور ضروری ہیں

(۱) عام اور خاص کے ساتھ اخلاق کا برتاؤ کرنا، اخلاق کی قوت دل کے قلعوں کو فتح کرتی ہے، قلب جب مسخر ہو جاتا ہے تو "جسم" خود بخود تابع ہے پھر انسان اطاعت کے لئے مجبور ہوتا ہے، "اجتماع" کے لئے یہ ایسا جادو ہے کہ اس کا کوئی اتار نہیں۔

(۲) پھر بتایا گیا ہے کہ نمازیں پڑھو، یعنی روح پر کیفیت طاعت و انقیاد طاری کر لو۔

(۳) زکوٰۃ دو تاکہ مجموعی حیثیت سے قوم، اور انفرادی طور پر ہر شخص مطمئن رہے اس طرح ایک قوم فرد واحد بن جائے۔

(۴) پھر ان صورتوں سے اجتناب کرنے کو کہا ہے جو "اجتماع" کے لئے سم قاتل ہیں یعنی "قتل و خونریزی" سے بچنا، کیونکہ یہ چیز "اجتماع" کو نہ صرف کم کر دیتی ہے بلکہ

خوف اور عدم اعتماد کی وجہ سے اس کو برباد کر دیتی ہے۔

(۵) اسی "اجتماع" کے خاطر جلاوطنی کو روکا ہے کیونکہ اس سے "اجتماع" مجروح ہوجاتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ بتادیا ہے کہ دنیا میں ذلت و خواری ہے، اس کے بعد دکھایا ہے کہ تمھاری دنیا ہی تباہ نہ ہوگی۔ بلکہ عاقبت بھی برباد ہوگی۔

خدارا بتاؤ کہ اس سے زیادہ مکمل قانون اجتماع" دنیا کی کسی کتاب میں ہے؟ اس کے موازنہ میں تمام یورپ کے متفقہ قانون اجتماع کو دیکھو کیا وہ سامنے آنے کی تاب لاتا ہے؟ کاش خدا کا کرم مجھے توفیق دیتا کہ اس "موضوع" پر کوئی مبسوط کتاب دنیا کے سامنے پیش کر کے خدا کے کلام کا حق ادا کرتا۔ اللّٰھم ایدنی بتائیدك۔

اسی اصول کی سرتابی اور اس کے نتیجہ بد سے حسب ذیل واقعہ کے ذکر سے آگاہ فرمایا ہے:-

وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتٰب	اور ہم نے بنی اسرائیل سے توریت میں صاف
لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن	صاف کہدیا تھا کہ تم ملک زمین میں دوبار یقیناً
علوا کبیرا فاذا جاء وعد اولٰھما	فساد برپا کروگے ، اور لوگوں پر بڑی زیادتیاں
بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس	کروگے، جب پہلے فساد کا وقت آیا تو ہم نے
شدید فجاسوا خلال الدیار وکان	(اس کی سزا میں) تم پر اپنے سخت دل بندے
وعدا مفعولا ثم رددنا لکم	مسلط کردیے۔ وہ تمھارے شہر کے اندر پھیل
الکرۃ علیھم وامددناکم باموال	گئے خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہا، پھر ہم نے تمھارے
وبنین وجعلناکم اکثر نفیرا ان احسنتم	دن پھیرے اور تمھاری مدد مال اور اولاد سے کی،
احسنتم لانفسکم وان اساتم	اور تمھاری تعداد بہت بڑھادی، اگر تم اچھا کام
فلھا فاذا جاء وعد الاخرۃ	کروگے تو اس کا نتیجہ نیک تمھارے ہی لیے ہے

ليسوءوا وجوهكم وليدخلوا المسجد كما دخلوه اول مرة وليتبروا ما علوا تتبيرا

اگر بُرائی کروگے تو اِس کو بھی تم ہی بھگتو گے جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے بندوں کو مامور کردیا کہ تم کو اس قدر ماریں کہ تمھاری صورت بگاڑ دیں اور جس طرح پہلے مسجد بیت المقدس میں گھس کر اس کو لوٹا کھسوٹا تھا اس مرتبہ بھی ایسا ہی ستیاناس کردیا۔

اِن آیات میں قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ بتا کر واقعات دکھلائے ہیں، جب کوئی قوم تباہ اور کمزور ہوجاتی ہے تو دوسری قومیں اس کو دبا لیتی ہیں، تباہی اور کمزوری ان اصولوں کو ترک کردینے سے آتی ہے جو قرآن نے بتائے ہیں اور جو محافظ عمران ہیں بنی اسرائیل نے جب تک ان کو پیش نظر رکھا ان میں بادشاہی (دنیاوی سطوت) اور پیغمبری (دینی اقتدار) دونوں موجود تھے یہاں تک کہ ان کے لئے فرمایا گیا۔ فضلتكم على العالمين (تمام عالم پر تم کو فضیلت دی) جب اس قوم نے ان اصولوں کو پامال کردیا تو ان سے جامۂ انسانیت تک اتروالیا گیا۔ كونوا قردة خاسئين۔

یہ تمام واقعات قرآن میں موجود ہیں۔

اس تباہی کا کرشمہ یہ تھا کہ ان پر پہلی بار بخت نصر مسلط کیا گیا، دوسری بار طیطوس رومی، قہر کی بجلی بن کر گرا۔

درمیان میں ان کو پھر عروج ہوا کیونکہ وہ "اصول" ان کے لائحہ عمل بن گئے تھے جب انھوں نے پھر اس کو ترک کیا تو اُن پر دوبارہ مصیبت آگئی۔

اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ان اصولوں کی پابندی خود تمھارے لئے مفید ہے اور

ان کا ترک خود تمھارے لئے مضر ہے۔

واقعات اور نتیجہ واقعات اس لئے بتائے گئے کہ دوسری قومیں اس سے عبرت حاصل کریں۔

آج بھی دنیا کو جو قوم برسر اقتدار ہے انہیں اصولوں کی پابندی کی وجہ ہے اور قوم تباہ و برباد ہے ان اصولوں کے ترک کی وجہ سے۔

اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

انگریزوں کو اس اصول کی کسوٹی پر دیکھو، جرمنوں کی شکست کو بھی اسی دور بین سے دیکھو

اب مسلمان صرف اس لئے تباہ ہیں کہ وہ اس راستہ سے ہٹ گئے، دوسری قومیں اس لئے معراج ترقی پر ہیں کہ انہیں اصولوں کو زینہ بنا رہی ہیں۔

پھر فرمایا گیا ہے:-

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ اور تم خدا کے اصول میں کبھی تغیر اور تبدل نہ پاؤ گے۔

مزید تفصیلات

عربوں نے جب تک قرآن کو پیش نظر رکھا وہ مخدوم رہے، جب اس سے پھر گئے "ترکوں" نے ان کو غلام بنا لیا۔ پھر جب ترکوں نے اس سے بے پروائی کی۔ سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

اب ترک اور عرب دونوں ورطۂ ہلاکت میں ہیں، عرب بیدردی سے ذبح کئے گئے، ان کا ناموس برباد کیا گیا۔ "ترک" اب سمٹ کر "انگورہ" کے تنگ مرکز پر جمع ہو گئے ہیں، زمانے کی کروٹ منتظر ہے کہ وہ اپنا حشر اپنے ہاتھوں سے کب اکر نے والے ہیں؟

قرآن نے "امت" اور "قومیت" کے لئے اصولی طور پر کچھ اور ارشاد فرمایا ہے

ان کا پیش نظر رکھنا بھی اس سلسلے میں ضروری ہے۔

(۱) ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقت علیہ الضلالۃ فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین ○

ہم نے ہر قوم میں ایک ہادی بنا کر بھیجا جس نے اس سے کہا کہ خدا کی عبادت (کے لفظ واحد) پر جمع رہو اور سرکشی کے اغوا سے بچتے رہو تو ان میں سے وہ جن کو خدا نے ہدایت دی اور وہ جن کے سر پر گمراہی کا جن سوار رہا ان کو دونوں نتیجہ اپنی آنکھوں سے دنیا میں دیکھ لو اور یہ دیکھو کہ اسی اصول کو جھٹلانے والوں کا کیا حشر ہے

(۲) کذلک زینا لکل امۃ عملھم۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کا عمل اچھا کر کے دکھایا ہے اچھا عمل کر کے دکھانے کے یہ معنی ہیں کہ ان اعمال سے وہ قوم سرسبز اور شاداب ترقی کی معراج پر ہے۔

(۳) ولکل امۃ اجل ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔

اس میعاد کے اندر اپنے اعمال کی وجہ سے یا تو تباہ ہوتی ہے یا زندہ رہ کر ترقی کرتی ہے

سیاسیات اور اجتماع

ہر چند کہ مسلمانوں کا مذہب سیاسیات سے علحدہ نہیں ہے لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو مذہب سے سیاسیات کو سمجھنا نہیں چاہتے تاکہ ان کو سیاسیات سے مذہب اسلام اور قرآن کی حقانیت سمجھا دی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ہی وقت میں دین اور دنیا دونوں جہان کی

تمام نعمتیں دیدی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

وسخر لکم ما فی السمٰوٰت — اور اس خدا نے آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے

وما فی الارض جمیعاً ہ — تمھارا مطیع کردیا۔

دین کے تابع امور دنیا ہیں، روح کا تعلق دین سے اور جسم کا امور دنیا سے ہے انسان ان دونوں کا مجموعہ ہے "مسلمانوں" کو یہ دونوں قوتیں دی گئی ہیں بخلاف اقوام عالم کے کہ ان میں کسی بھی دونوں قوتیں یکجا نہیں۔

ایسی قوم کے لئے قانون بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جو ہر طرح مکمل ہو۔ "قرآن" یہ دعوٰے کرتا ہوا ایسے امور سیاسیات پیش کرتا ہے جو ہتی کے لئے فیصلۂ ناطق ہے۔

یورپ اور اجتماع

یورپ میں "اجتماع" کی بنیاد "قومیت" اور "زبان" ہے۔ لیکن یہ دونوں چیزیں ناقص اجتماع ہیں یا یہ کہ ان سے جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں وہ بالکل محدود ہوتی ہیں بلکہ موجد تعصب واختلاف بن جاتی ہیں۔

انگلینڈ اور آئرلینڈ میں عرصہ تک جنگ رہی، فرانس، جرمنی ہمیشہ ایک دوسرے کے رقیب رہے، امریکہ اور یورپ میں آج بھی رقابت موجود ہے حالانکہ مذہب کے اعتبار سے سب ایک ہیں، جنگِ عظیم میں ایک عیسائی سلطنت دوسری عیسائی سلطنت کا نام صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتی تھی۔

"اسلام" نے اس کمزوری کو محسوس کرکے "اجتماع" کی بنیاد مذہب رکھی جس کی روسے "افریقہ" کا حبشی "مدینہ" کے سید کا بھائی قرار پایا اور ایک دوسرے پر مال، عزت،

جان کی حفاظت لازم قرار پائی، قرآن نے صاف صاف کہدیا کہ اگر کوئی مسلمان مسلمان کو قتل کریگا تو اس کی سزا جہنم ہوگی" یہاں تک کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیگا۔

اس کا فیصلہ عقل سلیم پر موقوف ہے کہ وہ بتائے کہ ان دونوں میں اجتماع کی وسعت اور اس کا عالمگیر اثر کہاں ہے۔

انگلستان

انگلستان کی سلطنت کا رقبہ اتنا وسیع ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس کے حدود کے اندر آفتاب ڈوبتا نہیں، لیکن اس کی جامعیت اور اجتماع کا حال یہ ہے کہ عام اور خاص کی تفریق انگریزوں میں موجود ہے۔ کلب، سوسائٹیاں، انجمنیں، جدا ہیں، یہاں تک کہ ریلوے ٹرینوں میں بھی خاص اور عام کا امتیاز ہے۔

ان ٹرینوں میں دو درجے ہیں اول اور تیسرا۔ اول اعیان اور امرا کے لئے ہوتا ہے اور تیسرا غربا اور عوام کے لئے۔

اس کی تقلید ہندوستان میں بھی کیجاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ غربا اور امرا کے درمیان فرق اور امتیاز کی دیوار حائل ہے، جب کبھی کوئی معمولی موقع مل جاتا ہے عوام خاص طبقے کے خلاف نبرد آزما ہوجاتے ہیں۔ لیبر اور کنسرویٹو پارٹیاں آج بھی برسر اختلاف ہیں اہل ثروت کو اپنے تمول کی وجہ سے ہر قسم کا تفوق حاصل ہے، یہاں تک کہ اگر صاحب ثروت سے کسی مفلس کا مقابلہ ہوجاتا ہے اور ہر چند کہ یہ برسر حق ہوتا ہے لیکن اپنی ناداری کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

فرانس و امریکہ

فرانس میں بھی تمول اور افلاس شرافت اور رذالت کا معیار، حق اور ناحق کی کسوٹی ہے، خاص اور عوام کا سوال ہے، اس "وبا" میں تمام یورپ بلکہ تمدن اور مساوات کا مدعی امریکہ بھی مبتلا ہے، امریکہ، یورپ، سے چار قدم آگے ہے اس ملک میں قدیم باشندوں پر جو مظالم توڑے جاتے ہیں۔ وہ اس قدر افسوسناک اور ننگ انسانیت ہیں کہ شاید ایک حیوان دوسرے حیوان کے لئے گوارا نہ کریگا۔
ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ نسل اور رنگ، زبان کے اعتبار سے اپنے فاتحوں

یونان و اٹلی

ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ یونانیوں نے بدست و پا ترکوں پر ایسے مظالم کئے ہیں، ایسی بربریت اور سفاکی کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس کی سفاکی تاریخوں میں بھی اسپین کے مسلمانوں پر اٹلی نے عربوں پر جو دراز دستیاں اور ستم نمائیاں کی ہیں ان کی مثال بھی نہیں مل سکتی۔
اس کے مواز نہ میں دیکھو قرآن کہتا ہے۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ۰

بیشک! مسلمان، یہود، نصاریٰ، اور صابی جو لوگ خدا پر ایمان لائے آخرت کو مانا۔ نیک عمل کیا۔ ان کا اجر خدا کے یہاں ہے۔

دیکھو قرآن نے صاف صاف کہدیا ہے کہ عمل صالح اور ایمان کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ کسی کو معمولی تفوق بھی نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

تم میں بزرگ ترین متقی ترین ہے۔

پھر فرمایا ہے۔

اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ — جب تم لوگوں پر حکومت کرو تو عدل سے حکومت کرو۔ یا فیصلہ کرو۔

اس میں عام، خاص، مسلم، غیر مسلم سب شامل ہیں۔

پھر فرمایا ہے:۔

لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس و من یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجراً عظیما — ان لوگوں کی سرگوشیوں میں نیکیاں نہیں البتہ صدقہ اور نیکی، اُن لوگوں میں اصلاح قائم کرنا ایک چیز ہے، جو شخص ایسا خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے تو ہم اسکو بہت جلد بڑا اجر دینگے۔

آیتوں میں تعمیم موجود ہے "بین الناس" کہا ہے۔ "بین المسلمین" نہیں فرمایا ہے مسلمانوں سے یہ کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ تم صرف لغت، زبان، قومیت، رنگ، نسل، ملک کا خیال رکھو اس قسم کے احکام و اعمال تنگ نظری اور عصبیت کی بدترین مثالیں ہیں اور انسانیت کے مرتبہ سے گرے ہوئے اخلاق ہیں۔

ایک جنس حیوان دوسرے جنس حیوان کو پسند نہیں کرتی۔ قرآن نے اس سے اپنے متبعین کو روک کر اس "اجتماع" کو پیش نظر رکھنے کے لئے تاکید کی ہے جو شعار انسانی ہے۔

یہ مسئلہ بہت طویل بیان کا طالب ہے۔ ہم اس وقت بالکل اختصار اور اجمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ختم کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمکو راہ قرآن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا) کیفی چریاکوٹی

عورت

قرآن مجید ایک عجیب وغریب کتاب ہے۔ جو اپنے وابستگان کو ایسے علمی اعلیٰ تخیل کی دنیا میں لیجاتا ہے جو ناممکن ہے کہ کسی دوسری جگہ نظر آئے اور حقیقت میں اس طرح جو نازک اور مسلسل مرتفع خیال قائم ہوتا ہے اُس کا احاطہ تحریر و تقریر میں لانا کسی طرح ممکن نہیں۔

قرآن مجید جو کچھ کہنا چاہتا ہے، جس لئے کہنا چاہتا ہے اور جس کے بارے میں کہنا چاہتا ہے اُس کے وجوہ و اسباب ظاہر و باطن طور پر نہایت ضروری اور عمیق و بلیغ بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس کا اقرار تو فوراً کیا جا سکتا ہے۔ لیکن انکار کسی طرح نہیں کیا جا سکتا اور جو لوگ اس قسم کا اقدام کر بیٹھتے ہیں گویا وہ اپنے کو دلدل میں پھنسا دیتے ہیں جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے۔

چونکہ قرآن مجید ایک مکمل اور دائمی قانون کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اکثر مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ بادی النظر میں اُس وقت اُس قانون کی اہمیت ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ اُس کا وقت نہیں آیا ہوتا۔ اور اُس وقت اُس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جب وقت آجاتا ہے تو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کی کتاب ہے جو عالم الغیب ہے اور جس کو معلوم تھا کہ اس قانون کی کسی وقت ضرورت ہوگی۔

اخبارات کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ یورپ جو اپنی خوبیوں کے ساتھ ہزاروں قسم کی برائیوں کا بھی موجد ہے اور حفظانِ صحت کے اصول پیش کرتے ہوئے ساتھ ہی چند جراثیم بھی پھیلا دیتا ہے وہ ایک زمانہ میں سختی کے ساتھ اسلام کے بعض قوانین پر پھبتیاں کستا ہے مگر ایک وقت آتا ہے کہ اسی قانون کو اختیار کرنے پر خود ہی مجبور ہو جاتا ہے

اس لئے جو لوگ یورپ کی بے سمجھے بوجھے تقلید کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

عیسائی دنیا شراب وکباب کی مالک ہے اور اس سلسلے میں وہ کوئی کمی نہیں کرتی اور کسی قسم کی لگی باقی نہیں رکھتی۔ مگر سب کو معلوم ہے کہ امریکہ نے کس طرح سختی کے ساتھ امتناع شراب کے قوانین جاری کئے۔ اور قرآنِ مقدس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

طلاق کے بارے میں بھی یورپ والے قرآنِ مقدس کے اس حکم پر ہنستے تھے لیکن آج ان کی عدالتوں میں یہی قانون خود ان کے ہاتھوں مجبوراً پروان چڑھ رہا ہے۔

اسلامی پردے پر بھی اعتراض کرتے ہوئے یہ نہیں شرماتے مگر کون نہیں جانتا کہ اُن کی بے پردگی اُن کے لئے وبالِ جان بنتی چلی جارہی ہے اور عورتوں کو جو آوارگی انھوں نے بخشی وہ ان ہی کے لئے مصیبت بن رہی ہے۔

قدرت نے ہر چیز کو پیدا کر کے اُس کے لئے انتظام بھی قدرتی طور پر ویسا ہی کردیا ہے۔ درندے عموماً جنگلوں میں کیوں رہتے ہیں۔ حشرات الارض زمین کے اندر گھر کیوں بناتے ہیں، پرندوں کی دنیا درختوں پر کیوں آباد ہے۔ کیا اس کی حکمتوں سے انکار کیا جاسکتا ہے اور کیا انکار کرنے والا شخص عقلمند کہا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں دولت کی حفاظت کا حکم ہے اور دیکھو کہ لوگ کس طرح اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دنیا اور سرمایہ دار یورپ تو کسی حال میں اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ کہ اُس کی ساری دولت بینکوں میں محفوظ ہے۔

عورت بھی ایک دولت تھی اِس لئے اِس کی حفاظت کا سامان کرنا ضروری تھا۔ گلاب کے پھول کے لئے کانٹوں کی ضرورت تھی تو عورتوں کی حفاظت کے لئے مرد مقرر کئے گئے۔ اور الرّجالُ قوّامون علی النّسا کا زرین اصول بیان کیا گیا۔

عورت مجسّم دولت ہے۔ یہ خود بھی دولت اور اس کی ہر ایک چیز ایک دولت ہے اس لئے اس کو اسلامی پردہ کی تاکید کی گئی۔ اور مرد کو اس کی حفاظت کی قوتیں دی گئیں۔

یورپی خیال والوں کے زعم باطل میں تعدد ازدواج کا مسئلہ بڑا اہمیت رکھتا تھا اور سمجھتے تھے کہ ان کا یہ تیر ایسا بے خطا ہے کہ مرغ قبلہ نما بھی اپنے آشیانے میں تڑپ جائیگا مگر جنگ یورپ نے جو اپنے عواقب ظاہر کئے اس نے ناگزیر کر دیا کہ ایک ایک مرد کو کئی کئی عورتیں سونپ دی جائیں۔

چونکہ یورپ کوئی مکمل آسمانی دستاویز نہیں رکھتا اس لئے اس بات کا محتاج ہے کہ وہ اپنی طرف سے اپنے لئے قوانین ترتیب دے۔ آئندہ کے حالات و واقعات کا وہ احاطہ نہیں کر سکتا اس لئے جس چیز سے پہلے انکار تھا اس کا اب اقرار کرنا پڑتا ہے جنگ یورپ کی تباہی نے اس کو بتلایا کہ ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ تعدد ازدواج کے اصول کو ماننا پڑے۔

مرد و عورت میں کئی چیزیں مشترک ہیں جن میں مساوات ہو سکتا ہے لیکن کچھ امتیازی خصائص بھی ہیں۔ جن میں مساوات کا مطالبہ مضحکہ خیز ہے ایک مزارع ہے دوسری مزرعہ عورت حمل، زچگی، اور حیض کے ایام رکھتی ہے جس میں مرد کا کوئی حصہ نہیں ہے تو اس مدت کا خیال کرتے ہوئے اگر مرد کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت ہو تو اعتراض کس بات پر ہے۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ تعدد ازدواج کے متعلق قرآن مقدس نے حکم نہیں دیا ہے بلکہ اجازت دی ہے اور وہ بھی کئی قسم کی شرطوں کے عائد کر دینے کے بعد۔

تعدد ازدواج کو مساوات کے خلاف کہنا اور عیاشی سے تعبیر کرنا نادانوں کا

کام ہے۔ عیاشی تو بغیر مناکحت کے بھی ممکن ہے اور مناکحت تو عیاشی کے روکنے کے لئے ہے۔ اب رہا یہ اعتراض کہ عورتوں کو بھی کئی کئی مردوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہئے تھی تو اس کے اندر ہزاروں قسم کی برائیاں ہیں۔ ان حیاسوز گفتگو کرنے والوں کے جواب میں کیا کیا کہا جائے۔ بڑی خرابی تو یہ ہوگی۔ کہ حمل میں ایک بچہ ہوگا۔ اور پھر یہ نسبت اُٹھ جائے گی۔ کہ معلوم نہیں وہ کس کا بچہ ہے۔ اسی سلسلے میں جو کچھ اور خرابیاں ہیں۔ اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

کیا اب یہ نا انصافی یہ انصاف کریں گے کہ ایک عورت کو ایک سال کے لئے ایک مرد کو تفویض کریں اور دوسرے سال میں دوسرے مرد کو۔ اس میں یہ خرابی ہوگی کہ عورت تو ہمیشہ استعمال میں رہے گی مگر مرد عضوِ معطل بنا رہے گا۔ اور اس درمیان میں جو گناہ اس سے سرزد ہوں گے۔ سلسلہ تناسل و توالد میں جو رکاوٹ ہوگی وہ بھی مسلم ہے۔

انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ قوانین قرآن پر اعتراض کرنے سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کریں۔ انشاءاللہ ان کو لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ خدا کے احکام میں اسی قسم کی تبدیلی نظر نہیں آئے گی۔

رہا یورپ کا سوال تو اُن کو یقین کرنا چاہئے کہ جو تہذیب اور جس سیاست کے جال میں عیسائیت پھنسی ہوئی ہے۔ اُس کے آثار بڑے مخدوش ہیں یہ ایک ہی مرتبہ آپس میں ایسا ٹکرائے گی کہ پاش پاش ہوجائے گی۔

مصلح
ابو محمد

قرآن مجید کی تعلیم کا نیا طریقہ

اگر مسلمان اپنی آئندہ بہتری کے خواہاں ہیں تو انکا فرض ہے کہ اپنی آنیوالی نسل کی حالت کو بہتر بنادیں۔ میں مسلمانانِ عالم سے کہونگا کہ خدارا وہ اپنی اپنی اولاد کو وہ چیز دیں جس کا نام قرآن ہے۔ وہ اس کو کائنات کی دولت سمجھیں، وہ اس کو خدائی طاقت خیال کریں اور وہ اس کو دین و دنیا کی بادشاہت تصور کریں۔

قرآن مجید اصل دین ہے۔ قرآن مجید اتحادِ عالم کا حامی ہے۔ قرآن مجید پستی سے اٹھا کر ترقی کے بام پر بٹھادینے کا ضامن ہے۔

قرآن مجید زندگی ہے۔ قرآن مجید آبحیات ہے۔ قرآن مجید خدا کا آخری پیغام ہے اس لئے عموماً ہر انسان کی اور خصوصاً ہر مسلمان کی زندگی کا دستور العمل ہے۔

آفتابِ قرآنی نے طلوع ہوکر صحرائے عرب کے ذرہ ذرہ کو روشن کردیا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی بدترین قوم کو اعلیٰ ترین بنا دیا تھا پس آج بھی جبتک قرآن کا چراغ دوبارہ روشن نہوگا تاریکی دور نہوگی۔ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑدیا ہے اس لئے اُن کو خدا نے چھوڑدیا ہے۔ اور پھر یہ جبتک قرآن مجید کو اختیار نہیں کرتے آسمانی تائید حاصل نہیں ہوتی۔

میں کتاب کے ہر تاجر، ہر والدین سے، ہر ذی اثر افراد سے اور قوم کی ہر مخیر ہستی سے درخواست کرتا ہوں کہ اس قسم کی تفسیر کو یکمشت بطور ہدیہ کے لیکر ہر گھر، ہر مدرسہ، ہر مسجد اور ملک کے ہر گوشہ میں پہنچادیں۔

یہ پارہ عمّ کی تفسیر ہے بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مگر نوجوان اور بوڑھوں کے لئے فائدے کی بھی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی تعلیم کا نیا طریقہ بتایا گیا ہے جس سے چار، پانچ برس کے بچے اور بچیاں بھی قرآن مجید کو معنی و مطلب کے ساتھ یاد کرسکیں گے۔ اس میں روزے نماز حج زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ کے ارکان اور مسائل بھی بیان کردیئے گئے ہیں جو اس قسم کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کردیتی ہیں۔

بچوں کی تفسیر تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے اور مجلد ہے اسکا ہدیہ ایک روپیہ ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ ہر مسلمان کے ہاتھ میں رہے۔ میری التجا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر بچوں کی تفسیر کو قبول عام عطا فرمائے اور مسلمانوں کی آئندہ نسل علمبردارِ قرآن ہوکر روئے زمین پر حکومتِ الٰہی، عبدیتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی کا دور دورہ کرے۔ آمین۔ ابو محمد مصلح

دفتر قرآنی تحریک حیدرآباد دکن